محمد کیومرثی *

تدریسِ افسانہ: نیا تناظر

بنیادی طور پر ادب، انسان کے اندر کا حقیقی اظہار ہوتا ہے۔ ہر دور اور عہد کے ادب کا اپنا خاص ذائقہ اور رنگ رہا ہے۔ دراصل ہر ادب ایک مخصوص تصورِ حقیقت کے تابع ہوتا ہے۔ پوری دنیا میں انسانوں کی زبان مختلف ہونے کی بنا پر ادب کے بیان کی زبان بھی مختلف ہوتی ہے۔

افسانوی ادب کی صنف نثر میں افسانہ، جدید دور کی ایک انتہائی مقبول ادبی صنف شمار ہوتی ہے۔ افسانہ دراصل ایک ایسے نظامِ کائنات اور بود و باش کا لفظی عکس ہے جو مختلف تصویروں کو مختلف زاویوں سے منعکس کرتا ہے اور اسی طرح زندگی کا ہر موضوع، افسانے کا موضوع بن سکتا ہے۔ جامعاتی سطح پر تدریسِ افسانہ کے تحت معلم یا مدرس کے تحقیقی، تنقیدی اور تخلیقی شعور و احساس کے ساتھ ساتھ مؤثر طریقۂ تدریس، وسیع مشاہدہ و مطالعہ اور تجرباتِ تدریس حد سے ضروری و اہم نکات ہیں۔ پاکستانی جامعات میں خاص طور پر تدریسِ افسانہ نئے تناظر کے حوالے سے کافی غور طلب، مناسب، مثبت اور قابلِ قدر موضوع ہے۔ حقیقت میں اردو افسانے نے اپنے دامن میں دوسری زبانوں کے افسانوں کے مقابلے میں ایک بڑی اور نئی تہذیب و ثقافت، نئے نئے تفکرات و خیالات اور مجموعی طور پر ایک عظیم اور معنی خیز دنیا کا ایک بیش بہا ذخیرہ و خزانہ چھپا کر رکھا ہے جن پر جتنے بھی علمی، تحقیقی و تنقیدی کام کیے جائیں، کم ہوں گے۔

اٹھارویں صدی کے صنعتی انقلاب کے بعد مغرب کی فکری یلغار نے زندگی کے ہر شعبے میں رخنے

ڈالنا شروع کیے۔اس وقت نئے تصورات کی توسیع وترویج کے لیے انجمن اشاعت مطالب مفیدہ پنجاب کا ادارہ سامنے آیا جس سے اردو ادب کو وسعت نصیب ہوئی اور ساتھ ہی نظام اقدار میں نمایاں تبدیلیاں دکھائی دیں۔ علامہ اقبال کے بعد اردو میں دو اہم تحریکیں نمودار ہوئیں۔ترقی پسند تحریک اور حلقۂ ارباب ذوق کی تحریک۔[1]

ترقی پسند تحریک اردو ادب کی سب سے بڑی تحریک شمار ہوتی ہے۔اس تحریک کی خوبی یہ تھی کہ اس نے اردو ادب کی تمام اصناف کو متاثر کیا اور ان پر زبردست اثرات ڈالے۔چنانچہ ادبی اظہار و بیان میں کافی وسعتیں آئیں جو کہ پہلے موجود نہ تھیں۔اردو افسانے نے ترقی پسند تحریک کے زیر سایہ جو ذہنی سفر طے کیا ہے اس سے نہ صرف راستے کے نشانات واضح ہوتے ہیں بلکہ یہ صورت حال بھی سامنے آتی ہے کہ سماجی عمل کے ذریعے ہی زندگی کو زیادہ بہتر شکلوں میں ڈھالا جا سکتا ہے۔اس تحریک سے وابستہ افسانہ نگاروں نے حقیقت نگاری کا جو معیار قائم کیا تھا بعد کے لکھنے والوں نے نہ صرف اسے پیش نظر رکھا بلکہ حقیقت کی جہات میں توسیع بھی ہوئی ہے۔[2]

اس اہم رجحان کی تدریس کے سلسلے میں جامعاتی سطح پر معلم کو کچھ مسائل پر توجہ دینی چاہیے۔پہلے یہ کہ افسانہ تدریس کرتے وقت اہم رجحانات خاص طور پر عہد ساز افسانہ نگاروں کو مدنظر رکھتا کہ یہ نظروں سے اوجھل و دور نہ ہوں۔تنوع موضوعات سے قطع نظر ترقی پسند افسانہ نگاروں نے فن اور تکنیک کے اعتبار سے ایسے بھرپور افسانے لکھے ہیں جن کی مثال پوری دنیا کے ادب میں کم اور مشکل سے پائی جاتی ہے۔

میرے خیال میں اردو افسانے کو ایک نہیں بلکہ چند امتیازات حاصل ہیں۔اردو افسانے نے برصغیر کی دوسری زبانوں کے مقابلے میں کیفیت اور کمیت دونوں اعتبار سے مختلف رجحانات میں زیادہ اور بہتر نمونے پیش کیے ہیں۔

اردو افسانہ دنیا کی دوسری زبانوں کے مقابلے میں سیاسی، نفسیاتی، سماجیاتی، مثبت و منفی کرداری ارتقا، حقیقت نگاری، رومانویت اور دونوں کا امتزاج، خوش اسلوبی، زندگی کی حقیقی تفصیلات، علاقائی ثقافتی روایات، تخلیقی احساس، شعور کی رو، بیانیہ، تمثیل و تجرید و علامت اور بہت سارے معتبر موضوعات و خصوصیات کی بنا پر دنیائے افسانہ کی تاریخ میں روشن باب ہے اور انھی عناصر نے اردو افسانے کو نئی تاثیریت اور تہ داری کی حقیقت عطا کی ہے۔

رجحانات وتحریکات کی تدریس، اردو افسانے میں از حد اہم معلوم ہوتی ہے۔ حقیقت نگاری ہو یا رومانیت، جدیدیت ہو یا روایت، تدریس تحریکات اس لیے اہم موضوع ہے چونکہ ان سے وابستہ افسانہ نگاروں کا تعین ہو جاتا ہے مثال کے طور پر اگر سعادت حسن منٹو کی تدریس کی بحث ہو یا عصمت چغتائی، احمد ندیم قاسمی کی تدریس مقصود ہو یا خدیجہ مستور کی، تو اس سلسلے میں ہر عہد کے رجحانات افسانے کی تدریس میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ایک رجحان بذات خود ایک عہد اور دور کی نمائندگی کرتا ہے اور بعض رجحانات نہ صرف اردو افسانے بلکہ تمام اصناف ادب کو متاثر کرتے ہیں۔

انسان ایک سماجی ہستی ہے۔ وہ سماجی جمعیت یا سماجی فرد کی حیثیت ہی سے اپنی مادی اور روحانی ضروریات کی تسکین کے لیے تخلیق کرتا ہے۔ روحانی تخلیقی مظاہر میں سے ایک منفرد مظہر فن کا بھی ہے۔ ہر فن کا کوئی نہ کوئی ابتدائی حسی مواد ہوتا ہے جس کے ذریعے کسی معروض کے ذہنی انعکاس اور خود تخلیقی سلسلۂ عمل کی حسی تجسیم کی جاتی ہے۔ گویا تخلیقیت، انعکاس، حسن اور فن کاری کی وحدت کا نام ہے۔ ادب بھی اپنے محدود اصطلاحی معنی کے ساتھ فن کا ایک شعبہ ہے جس کا ابتدائی مواد ملفوظی زبان ہے۔ [۳]

اردو افسانے میں فطری انسان کی بازیافت ایک اہم موضوع ہے۔ فطری امنگوں اور اخلاقی قدروں کی پاسداری اور ان کی تحفظ کے موضوعات ایسے مسائل ہیں جنھیں ایک مدرس افسانہ کو، افسانہ پڑھاتے وقت، مدنظر رکھنا چاہیے۔

تدریس رجحانات کے حوالے سے معلم ضرور ان نکات کو پیش نظر رکھتے ہوئے انھیں اہمیت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ تحریکات کی ابتدا وآغاز کی تدریس کرتے وقت، افسانے کے ہر رجحان میں بنیادی موضوعات، اساسی اور برجستہ عناصر، مقاصد ونصب العین اور منشور اہمیت کی حامل باتیں ہوتی ہیں۔

ایک افسانہ نگار کے ہاں کئی رجحانات ومیلانات بیک وقت موجود ہو سکتے ہیں جن پر دھیان رکھنا چاہیے۔ اردو افسانے میں ہر تحریک نے اسے بہت سارے تجربات سے نوازا ہے۔ ترقی پسند تحریک نے اردو افسانے کو موضوعات کی وسعت، اسلوب وتکنیک کے متنوع تجربات، اجتماعیت اور مقصدیت سے نوازا اور حقیقت نگاری نے اسے اتنا پر اثر بنایا جس کے سبب سے اردو افسانہ اپنی تخلیق کے پچاس سالوں کے اندر عالمی افسانے کی برابری کا دعویدار بن گیا۔

اس سلسلے میں محترم جناب پروفیسر وقار عظیم کا قول ہے:

> ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۷ء کے وسط تک ... موضوع اور فن دونوں کے اعتبار سے افسانے نے اس دس برس کی مدت میں اتنی ترقی کی کہ وہ مغرب کے اچھے سے اچھے افسانوں کا ہم پلہ نظر آنے لگا۔[۴]

جدید افسانے کی تحریک میں اسلوب، موضوع فن و تکنیک کی سطح پر جو نئے نئے تجربات سامنے آئے ان سب نے اردو افسانوی ادب میں تنوع، کیفیت، وسعت اور گہرائی پیدا کی ۔ افسانہ عین زندگی ہے اور زندگی بھی اپنی بہترین شکل اور اپنے پر رونق مفہوم میں ایک طویل یا ایک مختصر افسانے کے سوا کچھ نہیں ۔ اردو افسانے کو مغرب بلکہ دنیا کے اہم افسانوں کا ہم پلہ قرار دیا جا سکتا ہے ۔ اردو افسانہ جوان ہے اور اسی خصوصیت کی وجہ سے اس کی ساخت پر فنی و تکنیکی لحاظ سے نت نئے تنقیدی کام کافی حد تک ہو چکے ہیں اور ہو بھی رہے ہیں۔

اردو افسانے کی تدریس کی بہتری کے لیے موجودہ صورت حال کے نئے تقاضوں کے پیش نظر جامعاتی سطح پر راقم کے خیال میں کچھ اصلاحات کی ضرورت ہے ۔ حقیقت میں اگر مستقبل میں اردو افسانے کی نصاب سازی کا نصب العین، نئے تناظر کے حوالے سے مد نظر رکھا جائے تو طلبا و طالبات کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ان کی ذہنی، فکری، تخلیقی و تنقیدی و تحقیقی صلاحیتوں اور شعور کو اجاگر کرنا اور بروئے کار لانا اور ان پر عمل کرنا یہ سب مدرس افسانہ کے توسط سے ممکن ہوگا ۔ ایک اہم بات یہ کہ تقابلی ادب کی بحث اور اردو افسانے کی تدریس میں دوسری زبانوں سے اردو افسانوں کا تقابل کافی اہم و غور طلب موضوع ہے ۔

میرے علم میں اردو افسانوں کے تقابلی مطالعے کے سلسلے میں دوسری زبانوں کے ساتھ کام کم ہو چکے ہیں ۔ جیسے کہ پہلے بھی کہا گیا کہ افسانہ دنیا کی ہر زبان میں ایک پسندیدہ بلکہ مقبول ترین صنف ادب کا درجہ پا چکا ہے ۔

تعلیم کے دوران پاکستان میں ہوتے ہوئے میں نے بچشم خود دیکھا ہے کہ پاکستانی طلبا و طالبات اپنے وجود میں کتنی ان گنت ذاتی صلاحیتیں رکھتے ہیں ۔ خصوصاً شاعری اور شعر کہنے و مشاعرے کی محافل منعقد کرنے اور ان کی قدرتی پوشیدہ خلاقیتوں و امکانات میں افسانہ و ناول لکھنے کی مہارتوں کا انمول خزانہ پایا جاتا ہے ۔

ملک کی مختلف جامعات کے بی اے، ایم اے اور پی ایچ ڈی لیول کے نصاب میں مشہور افسانہ نگاروں کے افسانوی مجموعوں کے منتخب حصے شامل کیے جائیں خاص طور سے عہد اور رجحان ساز افسانہ نگاروں کے نمائندہ افسانوں کا دوسری زبانوں کے نمائندہ افسانوں سے تقابل وتقابلی مطالعہ کا کام شروع کیا جائے۔

اردو افسانہ بلاشبہ بیسویں صدی کے ادبی سرمائے کا ایک اہم حصہ ہے۔ افسانے کی فنی مبادیات اور عناصر ترکیبی واجزا کی مناسب ومعیاری تدریس کی اہمیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

افسانوں کا تعلق واقعی، فرضی یا خیالی (ریلیزم، سورریلیزم اور رومانوی) دنیا ہی سے بھی ہو تو اردو زبان کی ادبی تاریخ میں انھیں خاصی اہمیت حاصل ہے اور اسی موضوع کے پیشِ نظر افسانوں کا مطالعہ اور ان کی تدریس، افادیت کا حاصل موضوع بنتا ہے۔

ڈاکٹر فوزیہ اسلم افسانے کے اسلوب وتکنیک کے حوالے سے یوں کہتی ہیں:

> اردو افسانے کے تمام تر سفر کا اسلوب اور تکنیک کے تجربات کا تفصیلی، تحقیقی وتنقیدی جائزہ لینا بے حد ضروری کام تھا۔ اردو افسانے کی تاریخ کے ساتھ بتدریج ہونے والی ہیئتی، اسلوبیاتی یا تکنیکی تبدیلیوں کا مطالعہ، جدیدیت کے دور میں بحث مباحثے میں اکثر جذباتیت و ہنگامی رویے اور ان تبدیلیوں کا بعد کے افسانہ نگاروں پر اثرات کے امکانات کی نشاندہی، اسلوب کے تجربے کے پس منظر میں انفرادی شخصیت کی نفسیات، مجموعی معاشرتی وثقافتی فضا، زبان و بیان سے آگاہی اور دیگر کئی عناصر خصوصاً ہر عہد میں بے شمار افسانہ نگاروں کے ہاں اسلوب و تکنیک کا امتیاز و انفرادیت اور دوسری طرف ادبی، معاشرتی و سیاسی فضا اور رویے جو ہر عہد میں اردو ادب کی شناخت کے بدلنے کا باعث بنتے تھے، دراصل ایسے موضوعات ہیں جن میں اردو افسانے کے تدریجی ارتقا کے ساتھ، سو برس میں اردو افسانے کے جائزہ لینے کے کام کو یقیناً ضروری بنا دیتے تھے۔[۵]

اس بیان سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ افسانے ہر عہد کے سماج کے افراد کی خواہشات کی عکاسی کرتے ہیں۔

ایک اہم بات جو اس بیان سے سامنے آتی ہے یہ ہے کہ معلم افسانہ، تدریس کے وقت، ہر دور اور عہد کے افسانہ نگاروں کے اسالیب وتجربات وتکنیک پر نمایاں روشنی ڈالتے ہوئے طالب علموں کی دلچسپی

بڑھائیں۔نیز افسانے کی تدریس کے دوران افسانے کے بارے میں اپنے تاثرات کھل کر بیان کردیں تاکہ اس طرح جامعاتی سطح پر تاثرات کے بیان کی روایت کو تقویت مل جائے اور طلبا کو اس سلسلے میں سوالات پوچھنے کے موقع بھی فراہم کیے جائیں۔

افسانہ، ناول اور داستان کا تعلق افسانوی نثر سے ہے اور ان میں مشترک بات یہ ہے کہ ان سب میں کسی نہ کسی طرح کوئی قصہ ہی بیان کیا جاتا ہے۔ان اصناف میں سے اگر افسانہ اور ناول کے اسالیب، موضوعات و تکنیک کو طلبا کے لیے بہتر طور پر تدریس کرنا چاہیں تو اس کے لیے داستانوں کا بھی مطالعہ کرنا پڑتا ہے چونکہ افسانہ و ناول دراصل داستان ہی کی ارتقائی شکلیں ہیں۔داستانیں بھی مختلف زمانوں کے تمدن و معاشرت کا آئینہ ہیں۔جامعات کی سطح پر معلم کو افسانے کی تدریس کرتے ہوئے داستانوں کا حوالہ دینا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے اور وہ پس منظری مطالعہ کے طور سے خصوصی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں اور خصوصاً طلبا کا علم داستانوں اور افسانوں کی اعلیٰ اخلاقی اور اصلاحی اقدار کے بارے میں بڑھتا ہے۔

ایک اہم بات یہ کہ ادب کی تدریس میکانکی عمل نہیں ہوتا بلکہ یہ تو تخلیق کار کے تجربے میں معنوی شرکت اور فکری اتصال سے وقوع پذیر ہوسکتا ہے۔جس تخلیقی تجربے سے تخلیق کار گذرتا ہے اسی تجربے کی بازیافت، معلم اپنے تدریسی تجربے و عمل کے دوران میں سرانجام دیتا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ معلم کا تجرباتی آہنگ تدریس کے فن کی جمالیات کے ساتھ وابستہ ہوتا کہ اس میں تخلیقی رنگ آشکار و نمایاں ہوسکیں۔

اردو افسانے کی تدریس کے لیے ماہر معلموں کی ضرورت ہے۔ادب کی اس صنف کو پڑھانے کی خاطر اور اس کی تفہیم و تعبیر کے لیے کچھ اور تدریسی اصول و ضوابط بھی وضع کرنے ہوں گے جن کے تناظر میں تدریس افسانہ با معنی اور خوش رنگ بھی ہو جائے۔پاکستان بھر کی جامعات میں صنف افسانے کی تدریس کو مفید بنانے کی خاطر مشہور اور نامور شخصیات اور ان کے اہم افسانے بطور ایک لازمی مضمون کتابی شکل میں بنا کر مختلف سطحوں پر نصاب میں شامل کیا جائے اور اس کے ساتھ ہی متعدد ورکشاپیں منعقد کی جائیں تاکہ یہ تدریس ماہر و بزرگ اساتذہ کے توسط سے نظری سے زیادہ عملی پہلو اختیار کر جائے۔

افسانے کی تدریس کی حالت پاکستان کی جامعات میں موجودہ صورت حال میں ناگفتہ بہ نہیں ہے بلکہ اس سلسلے میں معتبر علمی و تنقیدی و تحقیقی کتابیں روز بروز شائع ہو رہی ہیں۔لیکن اگر ایک نئی فکری جہت ماہرین

افسانہ کو میسر ہو سکے اور تدریس کی موجودہ صورت حال کی اصلاح کے لیے ایک زبردست تحریک چلائی جائے جس کا مقصد تدریسی مسائل کو دور کرنا ہو تو اس سے نہ صرف مستقبل میں اساتذہ کرام وطلبا و طالبات کو فائدہ پہنچے گا بلکہ ہم نئے عہد کے تقاضوں سے خود کو ہم آہنگ کرنے کی شعوری کوشش بھی کریں گے۔

جامعاتی سطح پر تدریس افسانہ کے عالمی تناظر میں اس کی ترقی، پیشرفت اور بہتری کے لیے ایک طریقہ کار یہ ہو گا کہ ملک سے باہر جو معتبر افسانہ نویس اور ان کے ساتھ علمی و ادبی سطح پر جو ناشر موجود ہیں، انھی کے ذریعے افسانوں کے مجموعے شائع کیے جائیں تا کہ عالمی سطح پر مختلف جامعات کے اساتذہ تک یہ کام پھیل جائے ۔ ایسے کاموں کے اثرات بڑے زبردست وموثر ہوں گے اور افسانوی ادب کے سلسلے میں گلوبلائزیشن کی طرف جائیں گے۔ جامعاتی سطح پر پاکستان کی علاقائی زبانوں کے افسانوں پر بھی تحقیقی مقالے اور کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں محققین نے علاقائی زبانوں کے افسانے کی ابتدا و ارتقا اور موضوعی و فنی اعتبار سے مقدار و معیار کا جائزہ لیا ہوا ہے۔

اس موضوع کے پیش نظر قومی نصاب برائے تدریس اردو ادب کے لیے تدریس افسانے کے حصے میں وفاقی وزارت تعلیم کل پاکستان کی جامعات میں علاقائی ومقامی افسانے کے تدریسی پروگرام کو بی اے، ایم اے اور پی ایچ ڈی کی سطح کے کورس میں شامل کریں تا کہ بنیادی طور پر اردو افسانے کے ساتھ دوسری علاقائی و مقامی زبانوں کے افسانوں کا میدان بھی تخصیصی ہو اور ایسے علاقائی افسانہ نگاروں اور ان کے افسانوں کے مزاج اور رفتار کے تنقیدی مطالعے پیش کیے جائیں اور ساتھ ہی مختلف نقادان افسانہ نویسوں کے کام ومقام کا تعین کرتے ہوئے وقت، عہد اور حالات کے تناظر میں ان پر تنقیدی کام کو آگے بڑھائیں اور ایسا کام قومی زبان اور پاکستان کی دوسری علاقائی زبانوں کے تحقیقی وتنقیدی ادب میں ایک خوبصورت اضافہ واساسی حوالہ بنتا ہے۔

علاقائی زبانوں کے افسانہ نگاروں کی تحقیقی کاوشوں اور ان کی تنقیدی صلاحیتوں سے استفادہ کر کے اردو زبان میں بھی ان کا جائزہ لیا جا سکتا ہے اور یوں اردو زبان کے افسانوی ادب کے میدان کے امکانات و تجربات یقیناً وسیع تر ہوں گے۔

اس سلسلے میں مثال کے طور پر پشتو افسانے کے بارے میں اب تک بہت سارے دانشور اور ماہرین افسانہ نے قلم اٹھایا ہے اور پشتو افسانے کے تہذیبی مزاج، نفسیاتی ماحول، روایاتی اقدار و طبقاتی امتیازات

اوراس کے ارتقائی مراحل کی عکاسی کی ہے جن سے اہل فکرونظر کوان کے پڑھنے وسمجھنے سے بہت کچھ مل سکتا ہے۔

جامعاتی سطح پر تدریس افسانہ کے عمل کو معیاری واصولی بنانے کے لیے، جو عالمی سطح پر بھی نئے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوا ایک تجویز یہ ہوگی کہ افسانوں کے اردو تراجم پر کافی توجہ دی جائے ۔ ترجمے کا فن ایسا فن ہے جس کے توسط سے ایک زبان کے خیالات وتصورات کو دوسری زبان کا جامہ پہنایا جاسکتا ہے ۔ترجمہ حشو وزوائد سے پاک ہونا چاہیے اوراصل عبارت کی زندہ تصویر ہونی چاہیے ۔ جہاں تک اردو افسانےاوراس کی تدریس کا تعلق ہےتو اس میں ایک بڑاحصہ تراجم کا ہے۔

مترجمین کو دنیا کی دوسری زبانوں خصوصاً فارسی ،ترکی ،عربی ،انگریزی ،روسی ،جرمنی ،فرنچ وغیرہ سے کئی ایک منتخب افسانوں کا انتخاب کرکے انھیں اردو میں ترجمہ کرنا چاہیے ۔اس کے ساتھ ہی باہر کی دنیا کو اردو افسانوں سے بھی متعارف وروشناس کرائیں ۔

یہ کام تہران یونی ورسٹی کے شعبۂ اردو زبان وادب کے تحت شروع ہورہا ہے اورخصوصاً تدریس افسانے سے مربوط نصاب کے حصے میں شامل ہےاوراساتذہ کرام کی زیرنگرانی ایم اے اردو کے کورس میں تحقیقی مقالے لکھواتے ہوئے اور ذاتی طور پر بھی انجام دیا جاتا ہے ۔تدریس اردو وفارسی افسانوں کا تجزیاتی وتقابلی مطالعہ حد سے اہم موضوع شمار ہوتا ہے ۔اس کام کی بڑی ضرورت ہے چونکہ اس پر کام بہت کم ہوا ہے اور یہ بڑے وسیع پیمانے پر بھی ہونا چاہیےاوران میں جو اہم مشترکہ رجحانات وتحریکات پائی جاتی ہیں ،ان کا جائزہ لینے کے بعد کتابی شکل میں شائع کیا جائے ۔

موجودہ طریق تدریس کے مسائل اورنصاب اردوادب کی تشکیل نو کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اردوافسانوں کے دوسری زبانوں میں تراجم وبالعکس اوراردوافسانوں کا دوسری زبانوں کے افسانوں سے تقابل وتجزیاتی مطالعہ مفید،مناسب اورنتیجہ خیز ثابت ہوسکتا ہے ۔

اس بات سے غافل نہ رہیں کہ ادب اوراس کی اصناف کی تنقیداورادب کے ہر شعبے پر تنقیدی نگاہ ڈالنا ایک منفرد موضوع کا نہایت عالمانہ تجربہ ہے ۔اس بارے میں ایک فاضل وعالم دانشور کا قول ہے:

> ہرزبان کے ادب میں اس مخصوص قوم کی تہذیب وثقافت، سیاسی ،سماجی حالات اورقومی مزاج کے عناصر بھی نمایاں ہوتے ہیں جس سے وہ ادب اپنی ایک الگ قومی شناخت بناتا ہے ۔اسی لیے ہم بعض اوقات ایک ہی زبان میں لکھے گئے مختلف ملکوں کے ادب کا الگ الگ شناخت

کر لیتے ہیں۔[۲]

بہتر تدریس افسانہ کے اصول کے سلسلے میں موجودہ صورت حال کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے چند تحقیقی امور کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہوگا، جن کا انجام دینا ضروری لگتا ہے۔ معلمین و ماہرین افسانہ کی طرف سے اردو کے معیاری، تکنیکی اور نمائندہ افسانے اور تدریسی اسباق کو کتابی شکل میں بنا کر پیش کیا جا سکتا ہے خصوصاً (e-book) یا برقیاتی کتابوں کا بھی اس سلسلے میں حوالہ دیا جا سکتا ہے جو اردو افسانے کے طالب علم کو ایک نئی وجدید دنیا سے متعارف کرتی ہیں۔ انھیں نصاب میں شامل کرنا طالب علموں کی ضروریات کو پوری کرنے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے اور اس کام سے تدریس کی موجودہ صورت حال کی بہتری کے لیے کافی معلومات بہم پہنچائی جا سکتی ہیں۔

اعلیٰ سطح پر تدریس افسانے کے نصاب میں فکشن کی اصطلاحات (اصطلاح سازی)، ڈکشنریاں، تراجم و ترجمہ کاری، تدریسیات کے جدید اصول، قومی اور عالمی تقابلی افسانوں کا تعارف اور واضح انداز میں انھیں اجاگر کرنا اور ان کی کمی کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنا ایک اساسی سنگ میل ثابت ہو سکتا ہے۔ اگرچہ یہ میدان کافی وسیع دکھائی دیتا ہے لیکن ماہرین افسانہ ان کے نفاذ کے امکانات کا جائزہ لیں گے۔

جس طرح اردو ادب کی مختلف اصناف کی نصابی ضروریات بدلتی رہتی ہیں، اسی طرح اردو افسانہ اور اس کے تدریسی قوانین اس کی زد سے بچ نہیں سکتے۔ مؤثر تدریس کے حوالے سے اور ماہرانہ سطح پر اساتذہ کے توسط سے تخصص کے حامل طلبا کے لیے تحقیقی و تدریسی کورسوں کا اجرا عارضی طور پر جامعات میں ملحوظ رکھیں تاکہ وہ تربیتی سطح پر بھی اردو افسانوں کی دنیا کو بہتر طور پر پہچان سکیں۔

عالمی تناظر میں تدریس افسانہ کے پیش نظر نئی اقوام کے ادب کا مطالعہ ایک اہم و بنیادی موضوع شمار ہوتا ہے جس کے تحت دنیا کی مختلف اقوام کے داستانوی ادب میں افسانے اور ناولوں کا مطالعہ کروایا جاتا ہے۔ ترقی یافتہ و ترقی پذیر ممالک اور مغرب کی ادبی اقسام اور زبانی ادبی روایات کے ساتھ ادبی اسلوب، مقامی و غیر مقامی زبانوں کے معاملات کو زیر بحث لایا جا سکتا ہے۔

عالمگیریت کے اس دور میں محققین ادب، سرکاری و غیر سرکاری تعلیمی اداروں اور جامعات میں تقابلی ادب کے سلسلے میں جن سیاسی اجزا کا مفصل جائزہ لیا جا سکتا ہے، اس میں اعلیٰ سطحی سیاست، دانشوروں کی

جلاوطنی، طبقاتی و نسلی سیاست اور جنسیات کا بھی معاشرتی اقدار کے ساتھ مطالعہ کیا جائے۔

بیسویں صدی میں اردو ادب کی صنف افسانے میں بہت سی خواتین افسانہ نگار موجود ہیں جن میں سے اکثر نے بنیادی و معیاری افسانے لکھے ہیں اور عالمی سطح پر ان کے افسانوں کے موضوعات کو مختلف زاویوں سے پڑھایا جا سکتا ہے اور دنیا کی دوسری زبانوں کی اہم خواتین افسانہ نگاروں کے افسانوں سے ان کے افسانوں کا تقابل بھی کیا جانا چاہیے۔

ایک پاکستانی دانشور کے خیال میں:

> تعلیمی اداروں کو ہمارے معاشرے کے دماغ کی حیثیت حاصل ہے۔ اس سوچ کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر ترقی یافتہ ممالک کی جامعات اور کالجز کے نصابات پر نظر ڈالی جائے تو بنیادی نقص جس میں ادب پڑھنے والوں کی تعداد کم کی ہے، دھند لکے سے نکل کر یوں واضح ہوتا گیا کہ ترقی یافتہ ممالک میں ادب سے وابستہ تعلیمی ادارے، محققین و ادب دوستوں اور تخلیق کاروں کو پریشان کیے بغیر مختلف زمانی طبقوں کے موضوعات اور قاری ذہن میں رکھتے ہوئے اس کی ضرورت کے اعتبار سے اسے مواد پہنچا رہے ہیں اور ایسا مواد تیار کرنے والوں کی خوب ہمت افزائی بھی کر رہے ہیں۔ اس لیے ادب و ادیب کو آج بھی Leading Roll والی حیثیت حاصل ہے۔ اس سلسلے میں کہنے کی بات یہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک کی جامعات میں ادب کے مضمون سے وابستہ تمام نصابات کے مطالعے کے بعد ادب کو نئے انداز میں پڑھائے جانے والے مختلف کورسز کا تعارف پیش کیا جانا چاہیے۔[۷]

ہماری جامعات و تعلیمی اداروں میں ادب کو روایتی انداز کے ساتھ باقاعدہ تقابلی انداز میں پڑھانے کی ضرورت ہے۔

تدریس افسانہ کی بہتری کے لیے موجودہ صورت حال کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ معلم افسانہ تدریس کرتے ہوئے اپنے طلبا سے تنقیدی و تحقیقی کام طلب کریں اور ساتھ ہی تجزیاتی عمل بھی درکار ہوگا۔ اس کام کے خاص نمبر یا امتیازات ہوں گے اور معلم طالب علم کی تنقیدی بصیرت و شعور کے مختلف زاویوں سے واقف ہوگا۔

حوالہ جات

* صدر شعبۂ اردو، تہران یونی ورسٹی، ایران۔

۱۔ تحسین فراقی، معاصر اردو ادب: نثری مطالعات (لاہور: کلیۂ علوم اسلامیہ و شرقیہ، پنجاب یونی ورسٹی، اکتوبر ۲۰۰۶ء)، ص ۱۳۔

۲۔ حنیف فوق، نثار حسین، ترقی پسند افسانے: ایک نمائندہ انتخاب (اسلام آباد: اُمر اپبلشنگ، اگست ۲۰۰۳ء)، ص ۱۱۔

۳۔ ذوالفقار احسن، ادب اور عصر حاضر، مرتب ڈاکٹر عابد سیال (راولپنڈی: فیض الاسلام پرنٹنگ، نومبر ۲۰۰۸ء)، ص ۱۳۰۔

۴۔ فوزیہ اسلم، اردو افسانے میں اسلوب اور تکنیک کے تجربات (اسلام آباد: پورب اکادمی، مارچ ۲۰۰۷ء)، ص ۱۳۷۔

۵۔ ایضاً، ص ۷۔

۶۔ شفیق انجم، "اردو تنقید میں پاکستانی تصورِ قومیت: ایک جائزہ"، مجلّہ اخبار اردو اسلام آباد (جولائی ۲۰۰۷ء)، ص ۶۲۔

۷۔ محمد یوسف خٹک، "عالمگیریت اور ادب پڑھانے کے جدید رجحانات"، مجلّہ خیابان پشاور (۲۰۰۶ء)، ص ۱۲–۱۳۔

مآخذ

احسن، ذوالفقار۔ ادب اور عصر حاضر، مرتب ڈاکٹر عابد سیال۔ راولپنڈی: فیض الاسلام پرنٹنگ، نومبر ۲۰۰۸ء۔

اسلم، فوزیہ۔ اردو افسانے میں اسلوب اور تکنیک کے تجربات۔ اسلام آباد: پورب اکادمی، مارچ ۲۰۰۷ء۔

انجم، شفیق۔ "اردو تنقید میں پاکستانی تصورِ قومیت: ایک جائزہ"، مجلّہ اخبار اردو اسلام آباد (جولائی ۲۰۰۷ء)۔

خٹک، محمد یوسف۔ "عالمگیریت اور ادب پڑھانے کے جدید رجحانات"، مجلّہ خیابان پشاور: شعبۂ اردو جامعۂ پشاور (۲۰۰۶ء)۔

فراقی، تحسین۔ معاصر اردو ادب: نثری مطالعات۔ لاہور: کلیۂ علوم اسلامیہ و شرقیہ، پنجاب یونی ورسٹی، اکتوبر ۲۰۰۶ء۔

فوق، حنیف، حسین، نثار۔ ترقی پسند افسانے: ایک نمائندہ انتخاب۔ اسلام آباد: اُمر اپبلشنگ، اگست ۲۰۰۳ء۔